بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

قرآن مجید وہ پہلی اور آخری الہامی کتاب ہے جس نے انسان کو عقل و تدبر استعمال کرنے کی ترغیب دی اور عقل کو اس کا جائز اور بلند و بالا مقام عطا کیا۔ قرآن کی بے شمار آیتوں میں عقل و تدبر کے استعمال کی تلقین کی گئی ہے۔ ہم یہاں چند آیات پیش کرتے ہیں۔ کافروں کی مذمت کرتے ہوئے قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے صمم بکم عمی فھم لا یعقلون (البقرہ۔ ۱۷۰) یعنی کافر بہرے گونگے اور اندھے ہیں اور عقل سے بالکل بے بہرہ۔ اسی طرح مسلمانوں کو عقل کی اہمیت سمجھاتے ہوئے قرآن کہتا ہے کذالک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تعقلون (النور۔ ۶۱) یعنی اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات صاف طور سے بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ ایک جگہ تدبر اور تفکر کی تلقین کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً (النساء۔ ۸۲) یعنی کیا تم قرآن میں تدبر و تفکر نہیں کرتے اور اگر یہ کتاب اللہ کے سوا اور کسی ہستی کی طرف سے نازل ہوتی تو اس میں بے حد اختلافات پائے جاتے۔ پورا قرآن عقلی استدلالات سے بھرا پڑا ہے۔ وہ خود عقلی دلائل پیش کرتا ہے اور دوسروں سے بھی عقلی دلائل طلب کرتا ہے۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کے متعلق وہ کہتا ہے وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھوداً او نصاریٰ قل ھاتو برھانکم (البقرہ۔ ۱۱۱) یعنی یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ جنت میں کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ عیسائی یا یہودی نہ ہو۔ اے پیغمبر ان سے کہو کہ اس قول پر دلیل لائیں۔

اسی قرآنی عقلیت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے قرون وسطیٰ کے ابتدائی دور میں بے حد عقلی اور علمی ترقی کی اسلامی سلطنت کی توسیع اور غیر عربی اقوام کے اسلام میں داخلے سے جو نئے نئے مسائل پیدا ہوئے مسلمانوں نے

قرآن و سنت کی روشنی میں ان پر غور و فکر کر کے اپنے اجتہاد سے ان مسائل کا حل تلاش کیا۔ اس کے نتیجہ میں متعدد فقہی مذاہب پیدا ہوئے جن میں سے چار بہت مشہور ہیں۔ یہ فقہی مذاہب اجتہادی فکر کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ مسلمانوں نے نہ صرف نئے مسائل سے عہدہ برا ہونے کے لئے فقہ کا علم ایجاد کیا بلکہ سائنس میں بھی بے حد ترقی کی۔ یونانیوں نے علم کی ترقی کو جہاں تک پہنچایا تھا مسلمان اُسے اس سے بہت آگے لے گئے۔ مسلمانوں نے سائنسی علوم کا تجرباتی طریق کار ایجاد کیا۔ سائنس کا تجرباتی طریق کار مسلمان سائنسدانوں کی کاوشوں کا مرہون منت ہے۔ یورپ نے اسی اسلامی سائنس کو لے کر اسے عہد جدید میں مزید ترقی دی۔ یہ سب عقل و تدبر کے استعمال کا نتیجہ تھا۔

لیکن قرون وسطیٰ کے آخری دور میں مسلمانوں کی علمی اور عقلی ترقی رک گئی اور ان کے اندر سے اجتہادی صلاحیت مفقود ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک جتنا علمی کام ہو چکا تھا اور جتنے اجتہادات ہو چکے تھے مسلمانوں نے انہیں حرف آخر سمجھ لیا اور مزید عقلی اور فکری کدو کاوش سے دست کش ہو گئے ادھر مغرب نے علمی اور عقلی ترقی کی نئی منزلیں طے کرنا شروع کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرقی اور اسلامی دُنیا پر اس کی سیاسی بالادستی قائم ہو گئی۔ پھر جب یورپ کی عقلیت کے اثر سے مسلمان ملکوں میں روایتی بندھنیں ٹوٹنے لگیں اور روایتی معاشرہ کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں تو مسلمانوں نے اس کے تعلق سے ایک منفی انداز فکر اختیار کیا اور بجائے اس کے کہ عقل و تدبر سے نئے مسائل کا حل تلاش کرتے ان کے بعض حلقوں میں خود عقل و فکر اور تدبر و تعقل کی مخالفت کا جذبہ پیدا ہو گیا اور عقل کے خلاف متعدد اعتراضات اٹھائے جانے لگے انہیں میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ عقل خواہشات اور مفادات کی تابع ہے۔ اس لئے وہ بے لاگ اور غیر جانبدار نہیں ہو سکتی اگر یہ دلیل مان لی جائے تو دنیا بھر میں اب تک جتنا علمی اور تحقیقی کام ہوا ہے اس کو بالکل ناکارہ اور صداقت سے خالی ماننا پڑے گا کیونکہ اس دلیل کی بنا پر یہ علماء اور محققین اپنے مجتہدانہ افکار میں غیر جانبدار عقل کے نہیں بلکہ اپنے مفادات یا اپنی خواہشات کے پیرو تھے۔

عقل پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ افراد کی عقول میں بیحد تفاوت ہے۔ ایک شخص اپنی عقل سے کام لے کر ایک بات کہتا ہے تو دوسرا اپنی عقل سے بالکل اس کے خلاف بات کہتا ہے۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ کس کی

عقل پر بھروسہ کیا جائے۔ اس اعتراض میں جس بات کو نظر انداز کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مختلف اور متضاد عقول کے تصادم سے ایک اجتماعی عقل پیدا ہوتی ہے جو افراد کے اختلافات کا تصفیہ کر دیتی ہے ہوتا یہ ہے کہ مختلف مفکرین اپنی اپنی آراء کا اظہار کرتے ہیں چونکہ ان کی آراء مختلف ہوتی ہیں اس لئے معاشرہ کے اہل الرائے کو یہ تصفیہ کرنا پڑتا ہے کہ ان میں سے کس کی رائے کس حد تک صائب ہے۔ اس طرح ایک رائے عامہ پیدا ہوتی ہے جس کا فیصلہ حرف آخر ہوتا ہے۔ اسی کو مذہبی اصطلاح میں اجماع کہا جاتا ہے۔ اجماعی فیصلے کسی ایک فرد کے فیصلے نہیں ہوتے بلکہ پوری قوم کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اور ان میں خطا و لغزش کا امکان کالعدم ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے لاتجتمع امتی علی الضلالۃ۔ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ اس طرح معاشرہ کی رائے عامہ افراد کے اختلافات کا فیصلہ کر دیتی ہے اور افراد کے عقول کے متفاوت ہونے سے نہ صرف یہ کہ کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ اس سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرد کی رائے میں جتنا وزن ہوتا ہے وہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

محمد مظہر الدین صدیقی